International Research Journal of Religious Studies, Vol.:3, Issue: 02,July-Dec 2023 PP: 177-185

OPEN ACCESS
IRJRS
ISSN (Online): 2959-1384
ISSN (Print): 2959-2569
www.irjrs.com

دکن اردو زبان کا مولد (ایک مغالطہ)

DECCAN AS THE ORIGIN OF URDU LANGUAGE (A FALLACY)

Dr. Faiza Butt
Assistant Professor, Kinnaird College For Women, Lahore.
Email: *drfaizabutt@gmail.com*
https://orcid.org/0009 - 0008- 7104- 4541

Abstract

Urdu is an Indo-Aryan language. It is the national language and Lingua Franca of Pakistan. The issue of its origin has been remained an important topic amongst the linguists of Sub-Continent since long, and still it needs more research work and discussions. Some of the linguists start relating the birth of Urdu language to different regions soon after the publication of Naseer-Ud-Din Hashmi's book, 'Deccan Mein Urdu', instead of pondering deep into its text. In his researches, Naseer-Ud-Din Hashmi emphasized that Urdu literature has been originated firstly in southern region of Sub-Continent (Deccan). This misconception of Naseer-Ud-Din Hashmi's statement caused a fallacy regarding the birth place of Urdu language.

Key Words*: Naseer-Ud-Din Hashmi, Urdu, Deccan, linguists, Misconception.*

موضوع کا تعارف

ماہرینِ لسانیات کا اِس بات پر اتفاق ہے کہ اردو خالص ہند آریائی زبان ہے اور خاصِ ہندوستان کی زبان ہے۔[1] دیگر بہت سی ہند آریائی زبانوں کی طرح اردو زبان کی ابتدا ابھی اَپ بھرنش کے دھندلکے میں گُم ہے۔ اِس کے تاریخی ارتقا کو شورسینی اَپ بھرنش اور پراکرت کے ذریعے قدیم ہند آریائی زبانوں سے مربوط کیا جا سکتا ہے جس کی نمائندہ زبان 'رِگ وید' کی سنسکرت ہے۔[2] در حقیقت وسط ہند آریائی کی تمام تر لسانی تاریخ اِدھر اُدھر بکھرے ہوئے تحریری مواد (بعض اوقات غیر مصدقہ) کی بنیاد پر باز تعمیر (Reconstruct) کی گئی ہے۔ اسی سبب اُس وقت سے لے کر اب تک فقط اُن

CC BY

تحریری الفاظ کی باز تعمیر ہو پائی ہے جو زیادہ تر بعد کے دور میں ضبطِ تحریر میں لائے گئے اور جن کا اُسلوب قدیم ہے۔ جہاں تک سوال ہے اُس دور کی بولیوں کے مابین اختلافات کی نوعیت اور پھر جدید زبانوں کے ارتقا میں اُن بولیوں کے متاخرہ کردار کا تو یہ صورت اردو کے لسانی محققین کو لاعلمی کی تاریک اور اتھاہ گہرائیوں میں دھکیل دیتی ہے۔[3] اِس اعتبار سے اردو کا تاریخی مطالعہ کسی قدر دقیق اور پیچیدہ ہو جاتا ہے۔

اردو زبان کے آغاز سے قریبی عہد کی نہ تو تصنیفات دست یاب ہیں اور نہ اُن کے متعلق بعد کی کتابوں سے کوئی معلومات حاصل ہوتی ہیں۔ "تحقیقی نقطہ نظر سے اردلسانیات کا سرمایہ مخطوطات، قدیم مسوّدات اور قلمی بیاضوں کی صورت میں ملتا ہے اور ان ہی پر ماہرینِ لسانیات کے نظریات و آرا کی اساس اُستوار نظر آتی ہے۔ اِن کے بعد کسی حد تک آثارِ قدیمہ کی کتب، سِکّے، فرامین اور اِسی نوع کے دیگر تاریخی شواہد سے بھی کام لیا جاتا ہے، لیکن اِس نوع کے شواہد کی تفہیم اور اِن سے وابستہ تاریخی کوائف کی چھان پھٹک کے لیے خصوصی تربیت کی ضرورت ہوتی ہے،"[4] جس سے ہمارے زیادہ تر محققین بہرہ مند نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ اردو زبان کے آغاز و ارتقا کے مسئلے پر گزشتہ دو برس کے دوران میں متعدد علما، محققین اور ماہرینِ لسانیات اپنے اپنے خیالات کا اظہار اپنے اپنے علمی و تحقیقی دائرہ کار کے مطابق کرتے رہے ہیں۔

اردو کا ماخذ کون سی زبان ہے؟ اِس کی ارتقائی کڑیاں کیا ہیں؟ اِس کا مولد و منشا ہندوستان کا کون سا خطہ ہے؟ اِن سوالات کی کھوج میں متعدد 'عمومی قیاسی نظریات'، 'نیم سائنسی نظریات' اور 'لسانیاتی تحقیق پر مبنی جدید نظریات' بہ تدریج سامنے آئے۔ یہ تمام نظریات بہ ہر حال اپنے اپنے دور میں لسانی ماہرین کی توجہ کا مرکز رہے۔ ابتدائی لسانیاتی مصنفین میں سے بیش تر نے مسلمانوں اور ہندوؤں کے تہذیبی اور لسانی اختلاط کو اردو زبان کی پیدائش کا موجب قرار دیتے ہوئے زیادہ تر دہلی کو اِس کا مولد ٹھہرایا۔ بعد کے علما و محققین اپنی تحقیقی مہارت، گہرے مطالعے اور علمی تبحّر کے باوجود خود کو مخلوط نظریے کے سحر سے آزاد نہیں رکھ سکتے۔ انھوں نے سوچا کہ اگر اردو کی پیدائش بیرونی مسلمانوں اور مقامی ہندوؤں کی زبان کے میل ہی سے مشروط ہے تو اِس کی تخصیص دہلی اور عہدِ شاہ جہاں ہی سے کیوں کی جائے؟ اِس اصول کا اطلاق اُن دوسرے مقامات اور وہاں مستعمل زبانوں پر کیوں نہ کیا جائے جہاں مذکور دونوں اقوام کا تہذیبی و لسانی اختلاط ما قبل عمل میں آیا۔

اردو زبان و ادب کی علاقائی تہذیب کا تنازع 1923ء میں اُس وقت شروع ہوا جب نصیر الدین ہاشمی کی تصنیف 'دکن میں اردو' منظرِ عام پر آئی۔[5] اور اِس طرح قریباً تمام علاقوں میں اردو زبان و ادب کی تحقیق و تنقید کا آغاز ہو گیا۔ گویا سب سے پہلے نصیر الدین ہاشمی نے ایک مخصوص علاقے (دکن) سے متعلق لسانی مواد یک جا کر کے اپنی تصنیف کو اِس نوع

کی لسانی تصنیفات کا پیش رو مقرر کر دیا۔ بعد ازاں اِس کی تقلید میں ایسی تخلیقات کا سلسلہ شروع ہوا جس میں اردو زبان کا تعلق کسی نہ کسی علاقے سے ظاہر کر کے اردو زبان کے آغاز و ارتقا کو کسی خاص خطے سے منسوب کرنے کی باقاعدہ روایت کی داغ بیل ڈالی گئی۔

عام تاثر یہ ہے کہ دکن میں اردو زبان و ادب کے ارتقائی مدارج پر مبنی مباحث کا آغاز نصیر الدین ہاشمی نے کیا، لیکن یہ درست نہیں۔ دراصل سب سے پہلے نواب نصیر حسین خان خیال کی تصنیف 'داستانِ اردو' (1916ء) میں یہ مباحث ملتے ہیں۔[6] نصیر حسین خان خیال دکن میں اردو زبان و ادب کے آغاز و ارتقا پر اپنے خیالات کو اِس بیان پر منتج کرتے ہیں:

اردو کی ہزار سالہ تاریخ اب آپ کے پیشِ نظر ہے اور اس کے ملاحظے کے بعد خیال کیا جاتا ہو گا کہ جس زبان کو بابر نے منہ نہ لگایا اور جو شاہ جہاں کی چہیتی کہلائی، اُس کا جوڑا دہلی کے لال قلعے میں قطع ہوا ہو گا۔ ہونا تو یہی چاہیے تھا، لیکن ایسا ہوا نہیں اور اِس کے بر خلاف اِس کا جامہ دکن اور وہاں کے معمولی گھر میں تیار ہوا۔ فارسی وہاں مٹ چکی تھی اور ملکی زبان (دکھنی) اُس کی جگہ لے چکی تھی۔ اظہارِ جذبات کی ضرورت جس وقت عام اور ناگزیر ہوئی اُس وقت اسی نئی اور اعلیٰ دکھنی اردو سے وہ ضرورت پوری کی گئی اور اِس طرح اِس ایجاد نے جنوب کو شمال پر فوقیت دے کر افضلیت کا تاج دکھنی اور دکن کے سر پر رکھ دیا۔[7]

درج بالا بیان میں نصیر حسین خان خیال نے دکن میں اردو کے ادبی رُوپ کے ارتقا پر اپنے موقف کی وضاحت کی ہے۔ بیان سے ایسا واضح تاثر نہیں ملتا جس سے یہ ثابت ہو کہ وہ دکن میں 'اردو زبان کی ابتدا' کے حوالے سے بات کر رہے ہیں۔ برِ صغیر کی تاریخی لسانیات اِس حقیقت پر دال ہے کہ اردو زبان کا خمیر جنوبی ہند سے بہت پہلے شمالی ہند میں، جہاں فارسی کا دور دورہ تھا اور سرکاری و درباری سر پرستی فقط فارسی ہی کو حاصل تھی، تیار ہوا۔ بعد ازاں بازار ہاٹ میں بولی اور سمجھی جانے والی یہ عوامی زبان ترک نژاد مسلم فاتحین اور امیرانِ صدہ کے ہم راہ جنوبی ہند میں داخل ہوئی۔ گجرات و دکن نے اِسے مقامی بولیوں اور حکم ران طبقے کی ترک زبان کے مقابلے میں 'رابطے کی زبان' کی حیثیت سے قبول و منظور کیا۔ "یہ فاتح جو زبان دکن میں لے کر آئے تھے، وہ یہاں آزادانہ نشوونما حاصل کرنے لگی کیوں کہ اِس کے مقابل کو یہ اور زبان، جو اِس کے آگے بڑھنے میں رکاوٹ پیدا کرے، یہاں نہیں تھی۔"[8]

اردو ماہرینِ لسانیات میں یہ غلط قیاس عام ہے کہ مولوی نصیر الدین ہاشمی (1895ء-1964ء) نے دکن کو اردو کا مولد قرار دیتے ہوئے جنوبی ہند میں اردو زبان کی ابتدا کا نظریہ پیش کیا۔ ڈاکٹر گیان چند جین کے مطالعے کی رو سے 'دکن

میں اردو' کے پہلے ایڈیشن، مطبوعہ 1923ء میں اردو زبان کے آغاز سے متعلق نصیر الدین ہاشمی نے کچھ بھی نہیں لکھا۔ البتہ اِس تصنیف کے تیسرے ایڈیشن، مطبوعہ 1936ء میں انھوں نے حافظ محمود شیرانی، ڈاکٹر سُنیتی کمار چیٹرجی اور ڈاکٹر محی الدین قادری زور کی تحقیقات کے پیشِ نظر اردو پر لسانی بحث کو مختصراً قلم بند کیا ہے۔[9] نصیر الدین ہاشمی اپنی تصنیف میں 'دکنی زبان کی ابتدا' کے عنوان کے تحت رقم طراز ہیں:

اِس امر کا بھی قطعی کوئی ثبوت نہیں ملا کہ شمالی ہند میں اردو احاطہ تحریر میں کب آئی؟ مگر بلاخوفِ تردید یہ دعویٰ کیا جاسکتا ہے کہ دکن میں اِس کی ابتدا پہلے ہوئی اور یہاں ہی وہ بول چال کے ابتدائی مدارج سے گزر کر تحریری صورت میں بھی آئی۔[10]

ڈاکٹر گیان چند جین نے اپنی تصنیف 'لسانی رشتے' کے صفحہ نمبر 80 پر اِس قول کو نقل کر کے دکن میں اردو کی پیدائش کے قضیے کو ایک طرح سے زبردستی نصیر الدین ہاشمی کے سر باندھنے کی کوشش کی ہے۔ جب کہ ہاشمی صاحب کے منقولہ قول سے اِس امر کا اظہار نہیں ہوتا۔ انھوں نے دکن میں اردو زبان کے تحریری آغاز کا دعویٰ ضرور کیا ہے جو بلاشبہ درست ہے۔ اِن کے بیان کا آخری حصہ، جس سے ڈاکٹر گیان چند جین غلط فہمی کا شکار ہوئے، یہ ہے:

اور یہاں ہی وہ بول چال کے ابتدائی مدارج سے گزر کر تحریری صورت میں بھی آئی۔

ظاہر ہے دکن میں منتر پڑھ کر ایک دم ہی سے اردو کا آغاز تو ہوا نہیں ہوگا۔ یقیناً اِک عرصہ وہ بول چال کی سطح پر رائج رہنے کے بعد ضبطِ تحریر میں لائی گئی ہوگی، جیسا کہ زبان کے ابتدائی مراحل میں ہوتا ہے۔ 'دکن میں اردو بول چال کے ابتدائی مدارج' سے ڈاکٹر گیان چند جین نے غالباً 'برِ صغیر میں اردو کی ابتدا' مراد لی جو اِس غلط فہمی کا سبب بنی۔ حال آں کہ بعد میں ڈاکٹر گیان چند جین نے اِس حقیقت کو قبول کیا ہے کہ، "شاید وہ یہاں اردو کے تحریری رُوپ ہی کا ذکر کر رہے ہیں،"[11] مگر یقین سے نہیں بلکہ شک کی بنیاد پر۔ اِس وضاحت کے بعد اُن ناقدین اور ماہرین کے بیانات کی وقعت باقی نہیں رہ جاتی جو نصیر الدین ہاشمی اور 'دکن میں اردو' کی پیدائش کی تردید مین سامنے آئے۔ جب سرے سے ایسے کسی بیان ہی کا کوئی وجود نہیں تو تردیدی بیانات چہ معنی دارد؟

نصیر الدین ہاشمی کی لسانی فکر کی ارتقا کا مطالعہ 'دکن میں اردو'، مطبوعہ 1936ء میں مندرج بیانات کی روشنی میں کیا جا سکتا ہے۔ اپنی تصنیف میں وہ ابتداءً اردو کی پیدائش کے مدعی مقامات اور اِس سلسلے میں اُس دور کے مروجہ لسانی نظریات کا ذکر کرتے ہیں۔ پھر اپنے مطالعے کی روشنی میں انھیں فرداً فرداً رد کرتے چلے جاتے ہیں۔ 'پنجاب میں اردو' کے حوالے سے لکھتے ہیں:

پنجاب کے مولد ہونے کے متعلق مولف 'پنجاب میں اردو' مولانا حافظ محمود شیرانی نے بڑی تفصیل سے بحث کی ہے مگر جب تک مسعود کا ہندی دیوان دست یاب نہ ہو، اِن کی تحقیقات کو صحیح نہیں کہا جا سکتا اور جیسا کہ ڈاکٹر محی الدین قادری کی رائے ہے، 'پنجابی اردو زبان کی ماں نہیں ہو سکتی'۔[12]

نصیر الدین ہاشمی چوں کہ ماہرِ لسانیات نہیں تھے اور نہ ہی لسانی مبادیات کا درک رکھتے تھے اسی سبب اُس دور کے ماہرین کی آرا و بیانات کے پیشِ نظر وہ یہ تسلیم کرتے ہیں اردو زبان کی پیدائش ہندوؤں اور مسلمانوں کے تہذیبی و لسانی اختلاط کا نتیجہ ہے اور اگر ایسا ہے تو پنجاب میں ورود سے بہت پہلے مسلم فاتحین اور تجّار سندھ اور دکن کی سرزمین میں داخل ہوئے۔ چناں چہ لکھتے ہیں:

یہ امر تقریباً تصفیہ شدہ ہے کہ اردو مسلمانوں اور ہندوؤں کے باہمی میل جول سے پیدا ہوئی ہے۔ اِس لیے جن اصحاب کا یہ دعویٰ ہے کہ اِس کی ابتدا دکن اور سندھ سے ہوئی وہ ایک حد تک غلط نہیں ہو سکتا، کیوں کہ مسلمانوں کی آمد سب سے پہلے اِن ہی مقامات پر ہوئی۔[13]

مسلمانوں اور ہندوؤں کے لسانی اختلاط کے پیشِ نظر نئی زبان کے معرضِ وجود میں آنے کے حوالے سے نصیر الدین ہاشمی سندھ اور دکن کے تقدّم کی بات تو کرتے ہیں مگر اِن کا ذہن اور مطالعہ اِس بات کو تسلیم نہیں کرتا۔ سندھ میں اردو کی ابتدا پر بحث کرتے ہوئے وہ لکھتے ہیں:

سندھ کی اسلامی حکومت کا آغاز 712ء سے ہو چکا تھا اور صدیوں تک وہ یہاں حکومت کرتے رہے۔ حکومت کی رواداری اور ہندو مسلمانوں کے عام طور سے ملنے جلنے کی وجہ سے ایک دوسرے کو سمجھنے اور باہمی تبادلہ خیالات کے مواقع پیدا ہو گئے۔ اِن حالات کے مدِ نظر اگر یہ دعویٰ کیا جائے کہ ہندو اور مسلمانوں کے امتزاج سے جو زبان بنی اِس کا آغاز اسی مقام سے ہوا تو غلط نہیں ہو سکتا کیوں کہ اِن فاتحوں کی اصلی زبان عربی تھی، اِس لحاظ سے جو زبان عالمِ وجود میں آئی وہ عربی اور سوراسینی (شورسینی) سے مشترک ہوتی، مگر چوں کہ اِس میں فارسی کا حصہ زیادہ ہے اِس لیے ہم یہ بات تسلیم کرنے پر مجبور ہیں کہ اردو کی ابتدا سندھ سے نہیں ہوئی۔[14]

درج بالا بیان سے ظاہر ہے کہ نصیر الدین ہاشمی کو سرزمینِ سندھ میں بیرونی مسلمانوں اور مقامی ہندوؤں کے مابین تبادلہ خیالات اور دیگر معاملات نمٹانے کی غرض سے اِک 'نئی زبان' کا وجود تسلیم ہے، لیکن وہ یہ قبول نہیں کرتے کہ عرب فاتحین کی زبان، عربی اور مقامی دیسی پراکرت کے اختلاط سے جو نئی زبان وضع ہوئی وہ 'اردو' تھی۔ چناں چہ سندھ میں اردو کی ابتدا کو رد کرتے ہوئے اور دکن کو رخ کرتے ہوئے بیان کرتے ہیں:

جب مسلمانوں نے مدتوں دکن میں بود و باش کی اور حکومت قائم کی، تجارت کی، مذہب کی اشاعت کی، تعلیم دی۔ اِن کا اُٹھنا بیٹھنا یہاں کے ملکی اور دیسی باشندوں کے ساتھ تھا تو ظاہر ہے کہ ایک خاص زبان کا پیدا ہونا ضروری تھا، جو دونوں غیر قوموں کے لیے تبادلہ خیالات کا ذریعہ ہوتی۔ اِس لحاظ سے جو دعویٰ اردو کے دکن سے پیدا ہونے کا کیا جاتا ہے وہ بہت بڑی حد تک صحیح ہو سکتا ہے مگر جو امور سندھ سے اردو کی ابتدا ہونے کے مانع ہیں وہی امور یہاں بھی مانع نظر آتے ہیں۔ اِس لیے سرِ دست ہم دکن کو اردو کا مولد قرار نہیں دے سکتے۔[15]

گویا نصیر الدین ہاشمی سندھ میں اردو کی ابتدا کے حوالے سے جن تحفظات کا اظہار کرتے ہیں اِن ہی کے پیشِ نظر وہ دکن کو بھی اردو کی جائے پیدائش کی حیثیت سے قبول کرنے سے قاصر ہیں۔ "درحقیقیت اردو کا دکن میں پیدا ہونا کسی بھی طرح قابلِ قبول نہیں ہو سکتا کیوں کہ جنوبی ہند کے بحری راستوں سے جو عرب یا عرب مسلمان دکن میں آئے اِن کا زیادہ تر سابقہ دراوڑی خاندان کی زبانوں، مثلاً ملیالم، تامل، کنٹریا اِن کی قدیم شکلوں سے پڑا۔ دراوڑی زبانوں اور عربی (جو ایک بالکل علاحدہ سامی لسانی خاندان سے تعلق رکھتی ہے) کے میل سے ایک ایسی زبان کا معرضِ وجود میں آنے کی بات سوچنا جو ایک تیسرے لسانی خاندان، ہند آریائی، سے تعلق رکھتی ہو محض قیاس آرائی ہی ہو سکتی ہے۔"[16]

پنجاب، سندھ اور دکن کو اردو کا مولد ہونے کے دعوے سے خارج کرتے ہوئے نصیر الدین ہاشمی اِس سلسلے کی چوتھی دعوے دار وادی 'دو آبہ گنگ و جمن' کی طرف اشارہ کرتے ہیں اور اِس کے صحیح یا غلط کا فیصلہ آئندہ ماہرین کی لسانی تحقیقات کا کاندھوں پر ڈال دیتے ہیں۔[17] نصیر الدین ہاشمی کو بہ خوبی یہ احساس ہے کہ شمال اور پھر بعد ازاں دہلی سے آنے والے مسلم فاتحین اپنے ساتھ ایک زبان (جو یقیناً اردو کی کوئی ابتدائی صورت تھی) لے کر آئے تھے۔ چناں چہ اِس امر کے اعتراف میں وہ شمال تا جنوب 'نئی زبان' (اردو) کے ارتقائی سفر کا مختصر حال بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

مسلمان فاتحین شمال کی جانب سے ہندوستان میں داخل ہوئے تو اوّل مسلمانوں نے پنجاب میں قیام کیا مگر اِس کے بعد دہلی کی جانب پیش قدمی کی۔ مسلمانوں کے صدہا خاندان جو ترک، مغل اور افغان تھے، جن کی زبان عام طور پر فارسی تھی، پنجاب سے لے کے دہلی تک آباد ہو گئے۔ اُس زمانے میں یہاں 'جدید ہند آریائی دور کی پراکرت' زبان بولی جاتی تھی۔ اِس دیسی زبان میں غیر ملکیوں کی زبان کی آمیزش ہونے لگی اور اِس امتزاج سے اردو کی پیدائش ہوئی۔ شمال کے فاتحین جب 1192ء میں دہلی کی چوہان سلطنت فتح کر لی تو یہ نئی زبان بھی اپنے ساتھ لائے۔ اِس سرزمینِ برج میں مسلمانوں کی لائی ہوئی زبان ابھی پختہ نہیں ہونے پائی اور اِس پر برج کا زیادہ اثر نہیں ہوا تھا کہ مسلمانوں نے جنوب کا رخ کیا۔۔۔ یہ فاتح جو زبان دکن میں لے کر آئے وہ یہاں آزادانہ نشو و نما حاصل کرنے لگی۔ کیوں کہ اِس کے مقابل کوئی اور زبان، جو اِس کے

آگے بڑھنے میں رکاوٹ پیدا کرے، یہاں نہیں تھی۔۔۔اِس طرح یہ زبان دیسی اور بدیسی، دونوں نے استعمال کی۔۔۔اِس طرح جدید زبان کا یہاں خیر مقدم ہوا۔ عام طور سے ہر شخص اِس کو بولنے لگا اور وہ کام کاج میں بھی آنے لگی۔[18]

1970ء میں 'دکنی کی ابتدا' کے عنوان سے دکن سے تعلق رکھنے والی محقق، ڈاکٹر آمنہ خاتون کا مقالہ شائع ہوا جس میں انھوں نے اردو کو دکنی سے علاحدہ زبان قرار دیا۔ آمنہ خاتون کی تحقیقات کے مطابق مسلمانوں کے دہلی پہنچنے سے کم از کم ساڑھے پانچ سو سال قبل دکن میں مرہٹی (مراٹھی) زبان میں عربی اور فارسی الفاظ کی آمیزش سے دکنی کی داغ بیل پڑنا شروع ہوگئی تھی۔ (20) دکنی کی ابتدا سے متعلق اِن کی تحقیق کا خلاصہ یہ ہے:

تاریخ شاہد ہے کہ بندرگاہ تھانہ پر قبضے (636ء) کے زمانے سے دولت آباد کے پایہ تخت قرار پانے (1327ء) کے زمانے تک مہاراشٹر کے مسلمانوں کی زبان پہلے بلاشبہ اِس کی مقامی پیداوار مراٹھی تھی اور اِس کے شواہد موجود ہیں کہ شورسینی اَپ بھرنش اور مرہٹی میں عربی اور فارسی کی سات سو سال کے عرصے میں بہ تدریج آمیزش اور پڑوس کی جدید آریائی زبانوں سے لین دین اور راہ و رسم کی وجہ سے مرہٹی کے دوش بہ دوش دکنی کی نشو و نما ہوئی۔[21]

ڈاکٹر آمنہ خاتون بنیادی طور پر اردوئے قدیم (دکنی) اور اردو میں کوئی لسانی ربط نہیں دیکھتیں۔ انھوں نے واضح طور پر دکنی کو اردو سے ایک علاحدہ زبان قرار دیا ہے جو ابتدا ہی سے اپنے ارتقائی سفر میں مراٹھی (جو مقامی اَپ بھرنش کے بطن سے پیدا ہوئی) سے متاثر رہی۔ اِن کے اِس بیان کی تائید بعد ازاں ڈاکٹر سہیل بخاری کے یہاں بھی ملتی ہے۔ آمنہ خاتون اپنی تصنیف میں ایک جگہ اردو کی ابتدا سے متعلق ڈاکٹر سُنیتی کمار چیٹرجی، حافظ محمود شیرانی، سیّد محی الدین قادری زور، مسعود حسین خان اور دیگر ماہرین کے تحقیقی نظریات پر تنقید کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

یہ فرض کرنا کہ دکن میں ان پورے پونے سات سو سال کے عرصے میں مرہٹی میں عربی اور فارسی کے شمال اور راجستھانی، گجراتی اور برج بھاکا کے ماحول کے اثر سے دکنی وجود میں نہیں آئی بلکہ دفعتاً 1327ء میں دلّی کی آبادی کے دولت آباد میں منتقل ہو جانے سے موجود ہو گئی، کسی زبان کے وجود میں آنے اور اِس کے نشو و نما پانے کے کُل مسلمہ لسانیاتی اصولوں کے سراسر خلاف ہے، اور اِس حقیقت سے چشم پوشی ہے کہ دولت آباد، گلبرگہ اور بیدر، جو سلطنتِ دہلی کے مرکزِ حکومت تھے، مرہٹواڑی میں واقع تھے اور یہاں کے باشندوں کی زبان مرہٹی تھی۔[22]

ڈاکٹر آمنہ خاتون کے درج بالا بیان کے رد میں ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ رقم طراز ہیں:

آمنہ خاتون نے 'مرہٹی کے دوش بہ دوش دکنی کی نشو و نما' کی بات کہی ہے، لیکن اِن کی سب سے حیران کُن بات 'مرہٹی میں عربی اور فارسی کے شمال' سے 'دکنی' کے 'وجود' میں آنے کی بات ہے۔ آمنہ خاتون نے اگر دہلی و نواحِ دہلی کی دو

بولیوں، کھڑی بولی اور ہریانی کا لسانیاتی تجزیہ اور دکنی سے اِس کا تقابل کر لیا ہوتا تو انھیں اندازہ ہو جاتا کہ دکنی کی اصل و اساس یہی دونوں بولیاں ہیں نہ کہ مرہٹی (مراٹھی)۔ دکنی پر مراٹھی کے اثرات محض چند عناصر تک ہی محدود ہیں، مثلاً 'نکّو' اور 'چ' تاکیدی وغیرہ۔ یا مراٹھی کے چند الفاظ جو دکنی میں در آئے۔[23]

درحقیقت ڈاکٹر آمنہ خاتون کی یہ تحقیق محض علاقائی تعصب ہے جس کا حقائق سے کوئی واسطہ نہیں۔

خلاصہ:

مذکورِ بالا تمام تر بیانات کی روشنی میں یہ بات واضح ہوتی ہے کہ نصیر الدین ہاشمی نے بالخصوص 'دکن میں اردو' کے تحت جنوبی ہند میں اردو ادب کی روایت اور مباحث کو سمیٹا ہے اور یہ سچ ہے کہ انھوں نے اپنی تحقیقات میں کہیں بھی یہ دعویٰ نہیں کیا کہ دکن اردو کی جنم بھومی ہے یا برِ صغیر میں پہلے پہل اردو کی ابتدا دکن سے ہوئی۔ البتہ اِس غلط فہمی میں مبتلا برِ صغیر کے دیگر محققین مختلف مقامات کو پورے استدلال کے ساتھ اردو زبان کے مولد قرار دینے کا دعویٰ کرنے لگے۔ اِن دعووں کے پسِ پشت ایسے ایسے محققین کے چہرے نظر آتے ہیں جن کی شخصیتیں ہر نہج و اعتبار سے مسلّم ہیں اور اِن کے دلائل و براہین سے کسی طرح صرفِ نظر نہیں کیا جا سکتا۔ یہاں یہ امر بھی بہ ہر حال قابلِ توجہ ہے کہ نصیر الدین ہاشمی کچھ تحفظات کی بنا پر حافظ محمود شیرانی کی طرح اگرچہ واشگاف الفاظ میں پنجاب کو اردو کا مولد قرار دینے سے گریز پا ضرور رہیں مگر بین السطور اِن کی مراد یہی ہے۔ لیکن بلاشبہ اُن کے بیانات کے تجزیے سے یہ بھی روشن ہے کہ وہ سرزمینِ دکن کو اردو کے مقامِ پیدائش کی حیثیت سے نہیں دیکھتے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

1۔ ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، اردو کی لسانی تشکیل، علی گڑھ، ایجوکیشنل بُک ہاوس، 2008ء، ص 37۔

2۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان، 'اردو زبان کی ابتدا اور ارتقا کا مسلہ'، مشمولہ، اردو زبان کی تاریخ (مرتبہ)، ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، علی گڑھ، ایجوکیشنل بُک ہاوس، 2007ء، ص 84۔

3۔ ڈاکٹر مسعود حسین خان، 'اردو زبان کی ابتدا سے متعلق چند مشاہدات'، مشمولہ، اردو زبان کی تاریخ (مرتبہ)، ص 37۔

4۔ ڈاکٹر سلیم اختر، اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، لاہور، سنگِ میل پبلی کیشنز، 2008ء، ص 94۔

5۔ اجمل مہار ابنِ اکبر، حافظ محمود شیرانی اور ڈاکٹر مہر عبدالحق (لسانی نظریات۔ تقابلی مطالعہ) اسلام آباد، ادارہ فروغِ قومی زبان، 2012ء، ص 147۔

6۔اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، ص109۔
7۔نواب نصیر حسین خان خیال، داستانِ اردو، حیدر آباد (دکن)، ادارہ اشاعتِ اردو، 1912ء، ص40۔
8۔ نصیر الدین ہاشمی، دکن میں اردو، نئی دہلی، قومی کونسل برائے فروغِ اردو زبان۔2011ء، ص37۔
9۔ڈاکٹر گیان چند جین، لسانی رشتے، لاہور، مغربی پاکستان اردو اکیڈمی، 2003ء، ص79۔
10۔دکن میں اردو، ص41۔
11۔لسانی رشتے، ص80۔
12۔دکن میں اردو، ص36۔

13 Saad Jaffar, Dr Asiya Bibi, Hajra Arzoo Siddiqui, Muhammad Waseem Mukhtar, Waqar Ahmad, Zeenat Haroon, and Badshah Khan. "Transgender Act 2018: Islamic Perspective to Interpret Statute for the Protection of Rights and Socio-Psychological Impacts on Pakistani Society." (2020).

14۔دکن میں اردو، ص33۔
15۔دکن میں اردو، ص35۔
16۔اردو کی لسانی تشکیل، ص49۔
17۔دکن میں اردو، ص36۔

18 Jaffar, Saad, Asia Mukhtar, Sardar Muhammad, and Muhammad Ayaz. "The Concept Of Human Equality: A Comparative Study In The Light Of The Qur'an And The Bible." *Webology* 19, no. 3 (2022).

19۔اردو زبان کی مختصر ترین تاریخ، ص110۔
20۔اردو کی لسانی تشکیل، ص48۔
21۔ڈاکٹر آمنہ خاتون، دکنی کی ابتدا، بنگلور، ہم درد پریس، 1970ء، ص34۔
22۔دکنی کی ابتدا، ص15۔
23۔ڈاکٹر مرزا خلیل احمد بیگ، لسانی تناظر نئی دہلی، باہری پبلی کیشنز، 1997ء، ص153۔